ماحولیاتی بحران، اسباب اور حل: قرآن حکیم کی روشنی میں

سید مسعود احمد

ماحولیاتی بحران عصر جدید کا ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے خاص و عام سبھی واقف ہیں، مگر اس حقیقت سے کم ہی لوگ واقف ہونگے کہ اس مسئلہ نے مغربی سائنس وٹکنالوجی کی کامیابی وترقی پر ایک سوالیہ نشان لگا دیا ہے اور متبادل سائنس وٹکنالوجی کی آواز اب اہل دانش کے ہاں مضحکہ کا موضوع نہیں بنتی بلکہ سنجیدگی سے سنی جاتی ہے۔ ایسے وقت میں زیر غور موضوع نہ صرف برمحل ہے بلکہ قرآن کا اعجاز ثابت کرنے کا بہترین ذریعہ بھی۔ ہم یہاں قرآن مجید کی روشنی میں نفس مسئلہ پر یعنی ماحولیاتی بحران پیدا ہونے کے کیا اسباب ہیں اور اس بحران پر کس طرح قابو پایا جاسکتا ہے، اپنی گزارشات ومعروضات پیش کریں گے۔

ماحولیاتی بحران ایک کثیر المظاہر (Multifaceted) مسئلہ ہے * جس کو ہم پانچ بڑے نکات کے تحت پیش کررہے ہیں باقی مسائل ہمارے نزدیک اس مقالہ میں قابل تعرض نہیں۔

۱- ماحولیاتی بحران (Environmental Crisis) کا سب سے خطرناک ظہور کرہ جاتی اضافہ حرارت (Global Warming) کی شکل میں ہوا ہے۔ اس اضافہ کے لیے اسّی فیصد ذمہ دار فضا میں موجودہ گیسیں ہیں جن کو گرین ہاؤس گیسیز (Green House Gases) کہا جاتا ہے۔ یہ گیسیں صنعتی ترقی کا ایک ناگزیر شاخسانہ ہیں اور گویا صنعتی ترقی اور

---

* ماحولیاتی بحران اب سائنسی نصاب کا ایک اہم حصہ بن گیا ہے اور ان تمام مظاہر کی تفصیل کے لیے ماحولیات کی کسی کتاب سے بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔ بہتر ہوگا کہ بی۔ایس۔سی (B.Sc) کی سطح کی ماحولیات کی کتب سے استفادہ کیا جائے۔

ان گیسوں میں اضافہ لازم و ملزوم ہیں ۔ مثال کے طور پر فیکٹریوں سے دھویں کے ساتھ کاربن ڈائی آکسائڈ کا اخراج لازمی ہے اور یہ گیس نہ صرف ہماری صحت کے لیے براہ راست مضر ہے بلکہ فضا میں جاکر زمین کی گرمی کو خلا میں جانے سے بھی روکتی ہے جس سے ہماری کرۂ ارض کا درجہ حرارت لگا تار بڑھ رہا ہے۔ ایسی تمام گیسیں گلوبل وارمنگ (Global Warming) کے لیے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں ۔ کرۂ زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ سے سائنسدانوں نے اپنی تحقیق کی روشنی میں بتایا ہے کہ، سیلاب، قحط، طوفان، نشیبی علاقوں کی سمندری غرقابی (Inundation of coastal areas)، موسمی عدم توازن اور متعدد اَن دیکھے خطرات کے اندیشے بڑھ گئے ہیں۔

۲- دوسرا بڑا مسئلہ اوزون پرت (Ozone Layer) کی ضخامت میں کمی یا اوزون چھید (Ozone Hole) کی شکل میں رونما ہوا ہے جس سے حیوانی اور نباتیاتی نشو ونما متاثر ہوگی اور نتیجتاً قدرتی نامیاتی اور غیر نامیاتی نظام بگڑے گا اور ساتھ ہی اُس حفاظتی پرت جو ''سقف محفوظ'' کی عصری تعبیر ہے اس کے کمزور ہونے سے کینسر، جلدی امراض اور قوت مدافعت میں کمی جیسے موذی امراض کا بھی اضافہ ناگزیر ہے۔

۳- ماحولیاتی بحران کا تیسرا بڑا مظہر ماحولیاتی آلودگی میں مہلک ترین اضافہ ہے۔ ماحولیاتی آلودگی قدرتی ماحول (Natural Environment) میں انسانی دست برد سے عبارت ہے جس سے ایک مصنوعی ماحول (Arlificial Environment) وجود میں آیا ہے۔ کروڑوں سال سے جاری و ساری قدرتی سائکلز (Natural ecological cycles) کو مصنوعیات و آلودگی نے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ نت نئی کیمیاوی ایجادات نے کیمیاوی آلودگی، انسان کی بہیمانہ خواہش نے نیوکلیر اور اٹامک آلودگی، انسان کی غلام اور بظاہر آرام دہ مشینوں نے اس دنیا کی خاموشی اور فرحت انگیز برودیت چھین کر شور وشغب اور گرمی سے دوچار کردیا ہے جس سے جسمانی و ذہنی امراض میں اضافہ ہوگیا ہے، نیز اس آلودگی سے نئے امراض وجود میں آرہے ہیں اور پرانے امراض پر قابو پانا مشکل ہوگیا ہے۔ اسی طرح حیوانات میں جوانی و بڑھاپا وقت سے پہلے نمودار ہونے لگے ہیں اور اندیشہ یہ ہے کہ اس کرۂ ارض کی حیوانی اور نباتیاتی

نشو ونما متاثر ہوکر اور نت نئے کیمیاوی اور طبعیاتی فضلے (Chemical & Physical waste materials) جمع ہوکر ہماری ہری بھری دنیا کو ایک متعفن اور زہریلے گھورے (Wastepit) میں نہ بدل دے اور حیات وروئیدگی کہیں داستان پارینہ نہ بن جائے۔

۴- ماحولیاتی بحران کا چوتھا بڑا مظہر ماحولیاتی عدم توازن (Ecological imbalabnce) کا براہ راست ظہور ہے۔ جس سے حیاتیاتی تنوع (Biological diversity) متاثر ہوکر فوڈ چین اور فوڈ ویب* (Food chain & Food webs) کی اہم کڑیاں صفحہ ہستی سے غائب ہورہی ہیں۔ اس کی وجہ سے غذائی عدم توازن اور بہت سے ایسے مسائل وجود میں آنے کا خطرہ ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔

۵- پانچواں اہم مسئلہ جو مستقبل سے زیادہ تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ تکنیکی ترقی کی جو رفتار بیسویں صدی میں قایم ہوئی اس کو برقرار رکھنے کی شکل کیا ہو جب کہ موجودہ تکنیکی ترقی کے ساتھ آلودگی (Pollution) کا مسئلہ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے، نیز مشینی ترقی کی دوڑ میں متبادل ایندھن کیا ہو جس سے ماحولیاتی عدم توازن کا اندیشہ بھی نہ رہے اور کوئلہ اور پٹرول کے تیزی سے گھٹتے ذخائر سے سماجی اور اقتصادی بحران بھی نہ پیدا ہو، اس کو اصطلاحی طور پر (Sustainable development of energy and resources) اور (Ecological sustainability) کہا جاتا ہے اور یہ ایسی ٹیڑھی کھیر ہے جس کا جواب سائنسی قدروں کی تبدیلی کے بغیر ممکن نہیں۔

ماحولیاتی بحران کے پانچ اہم مظاہر کو اجمالی شکل میں پیش کردینے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی اسباب کا ایک علمی جائزہ بھی پیش کیا جائے۔

سائنسی تحقیقات سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس کرۂ ارض پر جاندار و

---

* فوڈ چین اور فوڈ ویب غذا کے حیاتیاتی نظام کی سائنسی تعبیرات ہیں جن میں جاندار بحیثیت غذا ایک دوسرے پر منحصر رہتے ہیں اور کسی ایک کی غیر موجودگی غذائی عدم توازن پیدا کردیتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایے اسی موضوع پر مصنف کا دوسرا مضمون 'ماحولیاتی بحران، اسباب وعلاج (قرآن اور سائنس کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ)، معارف، اعظم گڑھ، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۸ء

غیر جاندار نیز دیگر اشیاء اور ان کے ماحول (Organisms and their environment) کے مابین ایک عظیم توازن (Equilibrium) پایا جاتا ہے۔[۲] مثال کے طور پر اگر آکسیجن گیس اشیاء کے جلنے میں اور حیوانات کے سانس لینے میں استعمال ہوتی ہے تو پیڑ پودھے اس کو خارج کرکے فضا میں تحلیل کرتے ہیں اس کے برخلاف کاربن ڈائی آکسائڈ جو حیاتیات کے فضلہ کی شکل میں خارج ہوتی ہے اس کو نباتات ارضی جذب کرکے آکسیجن میں تبدیل کرتے رہتے ہیں اور اس طرح آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ کا یہ تصریفی عمل (Cycle) یا نظام توازن، کمال باریک بینی سے آج سے تقریباً چار سو سال قبل تک بغیر کسی انسانی دست بُرد کے پوری آب وتاب سے چلتا رہا، مگر جب سے صنعتی انقلاب کے نام پر مشینیں ایجاد ہوئیں اور ان کے لیے کوئلہ کا اور پھر پٹرول کا استعمال شروع ہوا تو فضا میں فرحت بخش آکسیجن میں بتدریج کمی اور زہریلی کاربن ڈائی آکسائڈ میں لگاتار اضافہ ہوتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ نہ صرف شہروں میں آلودگی سے گھٹن کا احساس بڑھا بلکہ غیر معمولی موسمی تغیرات زبان زد عام ہوگئے اور سائنسداں خود کہہ رہے ہیں کہ فضا میں بڑھتی ہوئی کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار حرارتی انجذاب کا غیر معمولی ملکہ رکھنے کے سبب سے کرہ جاتی اضافۂ حرارت (Global warming) کا سب سے بڑا عامل ہے جس سے ماحولیاتی عدم توازن کے دوسرے مظاہر بھی منصۂ شہود پر آرہے ہیں۔[۳] زمانۂ حال کی سائنسی تحقیقات کے یہ نتائج ماضی کے غیر اسلامی فلسفوں، سائنسدانوں کی کوتاہ بینی اور صنعتی انقلاب کی نام نہاد ترقی کے پیچھے بدیہی مہلک اثرات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

دوسرا بڑا مسئلہ اس نام نہاد ترقی کا یہ رہا کہ انسانی فلاح کے نام پر عیش کوشی اور آرام پسندی رواج پانے لگی اور انسانی راحت (Human comfort) اور مغربی ترقی لازم وملزوم ہوگئے۔ یہاں تک بھی معاملہ قدرے غنیمت تھا مگر مغربی سائنسدانوں کی نام نہاد جدت پسندی بنام ایجادات جس میں خدا کی تخلیقات کا ایک متوازی (Parallel) نظام قایم کرنے کی گویا ایک خاموش دوڑ شروع ہوگئی اور ملحد سائنسدانوں اور مادیت زدہ یوروپ کی صنعتی تحریک نے یہ گل کھلائے کہ مصنوعات کی قدر و قیمت فطریات سے کہیں آگے بڑھ گئی اور یہی ترقی کی معراج

اورسائنسِ وقت کی حقانیت کی کسوٹی قرار پائی۔ انھیں مصنوعیات بنام ترقی بنام راحت کی ایک عمدہ مثال بیسویں صدی کی تیسری دہائی کی سنہری دریافت سی، ایف، سی-۱۱/۱۲ ہیں۔ جو بیسویں صدی کے اختتام سے قبل ہی کرۂ فضا کی اہم ترین پرت (Ozone Layer) کے لیے ملک الموت ثابت ہوئیں اور یہی چالیس سال قبل کی نعمتِ غیر مترقبہ یعنی سی ایف سی، کاربن ڈائی آکسائڈ سے دس ہزار گنا انجذابِ حرات کا تمغہ لے کر کرۂ جاتی اضافۂ حرارت کے ایک چوتھائی اضافہ کی ذمہ دار قرار پائی۔[۴۲] یاد رہے کہ سی ایف سی فرِج اور ایرکنڈیشنر میں ٹھنڈک پیدا کرنے کے لیے زہریلی امونیا گیس کا بہترین متبادل تھی۔ مصنوعات کے ذریعہ انسانی راحت رسانی کا خدائی خراج کتنا مہنگا پڑسکتا ہے اس کے لیے یہ مثال کتنی چشم کُشا ہے۔

تیسرا نکتہ ماحولیاتی بحران کے تعلق سے یہ ہے کہ اس پورے بحران کا ذمہ دار انسان خود ہے۔ یا اس کا فطرت اور کائنات کے تئیں جو استحصالی رویہ شعوری یا لاشعوری پر پیدا ہوا وہ اس بحران کے لیے ذمہ دار ہے۔ بہرحال انسان ایک مکلّف مخلوق کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی سے نہیں بچ سکتا۔ اس پورے مسئلہ میں ایک طرف تو خدا بیزاری، استحصالی رویہ اور بدنیتی کو دخل ہے۔ مثلاً اس کا یہ نظریہ کہ اس زمین پر میں ہی مقتدرِ اعلیٰ ہوں اور اس کو جس طرح چاہوں تصرف میں لاؤں اور اپنے جا و بے جا آرام و آسائش اور حرص و اشتہا کی بجا آوری کے لیے فطرت کا خوب استعمال بلکہ استحصال کروں نیز فطرت کے نظام کو چلانے کی کنجی 'عقل و سائنس' میرے ہاتھ میں ہے لہٰذا میں دنیا کو وہ کام کرکے کیوں نہ دکھادوں جو مذہب پرست خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں یعنی اگر کہیں بارش نہیں ہو رہی ہے تو میں مصنوعی بارش سے اس علاقہ کو سیراب کرسکتا ہوں، اگر زمین کی قوت پیداوار گرگئی ہے تو میں مصنوعی کھادوں سے پیداوار میں کئی گنا اضافہ کرادوں گا۔ دوسری طرف سائنسدان و عوام اصطلاحی معنیٰ میں کسی ظلم و بداخلاقی کے مرتکب نہیں ہوئے پھر بھی ماحولیاتی بحران کے مظاہر آفاتِ سماوی کی شکل میں مسلسل سامنے آرہے ہیں اور سب ہی لوگ اُس مصیبت کا شکار ہورہے ہیں تو کیا یہ صرف آفت سماوی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نظامِ مشیت کے تحت دنیا میں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے یا عذابِ الٰہی ہے جو انسانوں کے کرتوتوں کی سزا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر سیدھے سادھے عوام اس سزا کو کیوں بھگتیں وہ تو

بیچارے کبھی اس پوزیشن میں نہ رہے کہ سائنس وٹکنالوجی کی الف ب بھی جانتے۔ اس کے جواب میں ہم درخواست کریں گے کہ کیا عوام پر یہ منکشف نہیں ہوگیا تھا کہ مصنوعی کھادوں سے نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہے اور کیا انھوں نے پورے جوش وخروش سے اس ٹکنالوجی کو گلے نہیں لگایا جو ان کے دین وایمان کی قیمت پر انھیں حاصل ہورہی تھی۔ آپ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ٹکنالوجی اچھی یا بُری نہیں ہوتی بلکہ یہ انسانی رویہ اور اس کا غلط وصحیح استعمال ہے جو اس کو اچھا یا برا بنا دیتا ہے حالانکہ یہاں یہ بات بہت سادگی پر مبنی ہے۔ چلیے یہی سہی مگر دنیا کی نوے فیصد اکثریت نے اس ٹکنالوجی کو کبھی نہ کبھی غلط جگہ پر بھی استعمال کیا ہے یا نہیں۔ بہر حال اس ماحولیاتی بحران کو خدائی تنبیہ سمجھنے میں تو کسی اعتراض کا کوئی پہلو نہیں نکلتا اور تنبیہ اہل عقل و باختیار اور مکلّف وذمہ دار مخلوق ہی کو کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اخلاقی رویے درست کرلے۔

چوتھا قابل غور نکتہ اس بحران کے تعلق سے یہ ہے کہ موجودہ ماحولیاتی بحران براہ راست تو ناقص ٹکنالوجی کا نتیجہ ہے مگر یہ ٹکنالوجی جس علم سائنس کے بطن سے پیدا ہوئی اور جن مغربی افکار ونظریات نے اس کو صنعتی ترقی کا نام دیا اور پروان چڑھایا اس پر بھی ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔ اہل علم واقف ہیں کہ یوروپ کی سولھویں صدی عیسوی کے اس نام نہاد علمی، سائنسی، عقلی اور صنعتی انقلاب کے پس پردہ مذہب بیزاری بنام چرچ بیزاری تھی جس کا مکمل ظہور خدا بیزاری کی شکل میں ہوا اور عقلیت پرستی بنام عقلیت پسندی نے ہر اس روایت وطریقہ کا مضحکہ اڑایا جو ان کی نظر میں دقیانوسیت کی علامت تھا۔ اس ملحد معاشرہ میں مادیت پر مبنی فلسفہ ہائے حیات بھی وضع کیے جارہے تھے۵ اور صنعتی ترقی اور مادیت پرستی کا سب سے بڑا مداح سرمایہ داری یا کیپٹلزم (Capitalism) تھا جس نے اشیاء کی جھوٹی ضرورت (False demand) پیدا کی نیز اباحیت پرستی اور صارفیت (Consumerism) اور مصنوعیات میں کشش پیدا کی۔ اسی زمانہ میں کچھ ایسے نظریات بھی پیش کیے گئے جو یوروپ میں نمو پذیر سائنس کی بنیاد بنے۔ ان نظریات کے علم بردار فرانسس بیکن، دکارتے، گلیلیو، نیوٹن اور ڈارون وغیرہ تھے * جنھوں نے عرب سے مستعار مگر یوروپ میں نشو ونما پاتی سائنس سے اسلامی

---

* ان مغربی فلاسفہ نے یوروپ کی سائنس وٹکنالوجی کی تحریک پر کس طرح اثر ڈالا، اس کے لیے مصنف کا اسی موضوع پر دوسرا مضمون ملاحظہ فرمایئے جو ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ میں ستمبر، اکتوبر اور نومبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوچکا ہے۔

بنیادیات (Fundamentals) اور اقدار کا دیس نکالا کر دیا اور مغربی سائنس کو ایک نئے تصور کائنات (World view) اور مبادیاتِ اور طریقۂ کار (Methodology) سے آراستہ و پیراستہ کیا جس میں مادہ پرستی، کلیت پرستی، اباحیت پستی اور تخفیف پرستی یا نظریہ تقلیل (Reductionism) اس نئی اور مسحور کن سائنس کے اجزا لاینفک اور طرہ امتیاز تھے۔ اور چونکہ ٹیکنالوجی، عصری سائنس اور مزاجِ معاشرہ کا بہترین آئینہ ہوتی ہے لہذا صنعتی انقلاب کے نام پر جو سائنس وٹکنالوجی وجود میں آئی وہ خدا خاموشی (God Neutrality) کے نام پر خدا فراموشی بلکہ خدا بیزاری کی علم بردار تھی اور عملاً دشمنِ فطرت (Enemy of Nature)۔

موجودہ سائنس وٹکنالوجی پر ایک علمی و تاریخی جائزہ لینے کے بعد اب ہم قرآن حکیم کی روشنی میں ماحولیاتی بحران کے بنیادی اسباب اور حل کے تعلق سے چند معروضات پیش کریں گے۔ اس بحث سے قبل یہ یاددہانی مناسب رہے گی کہ قرآن مجید نہ تو کوئی سائنس کی کتاب ہے اور نہ ماحولیاتی بحران اور اس کے حل کا منفرد مکتوب (Document)، بلکہ یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے اس کی مکرم، باشعور اور بااختیار مخلوق کے لیے آخری اور مکمل ہدایت نامہ ہے، جس کا اپنا ایک منفرد اسلوب ہے۔ یہ یکتا اسلوب جامع اصطلاح میں کُلّی ادبی اسلوب (Holistic literary style) کہا جاسکتا ہے۔

قرآن حکیم کے مطالعہ کی روشنی میں اس کا جو نقطۂ نظر (Stand point) زیرِ غور مسئلہ کے تعلق سے احقر کی سمجھ میں آیا ہے وہ جامع الفاظ میں اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے۔

انسان، کائنات اور اخلاقی رویوں کے تعلق سے قرآن حکیم کا نقطۂ نظر

قرآن مجید میں پروردگار عالم اس کائنات کے مظاہر سے ان مابعد الطبیعیاتی عقائد و حقائق کو مؤید کرتا ہے جو اسلام کی بنیاد ہیں یعنی توحید، رسالت، آخرت وغیرہ لہذا قرآن کریم کی آیات اور کائنات کے مظاہر سب ایک ہی حقیقت کے دو رُخ بن جاتے ہیں اور اُن میں کوئی بنیادی فرق نہیں رہتا۔ اسی طرح اخلاقی حِس جو انسانی فطرت وطبیعت میں ودیعت کردی گئی ہے اس کی تائید وحیِ الٰہی، کائنات کے مظاہر اور تاریخ انسانی کے واقعات سے کروائی گئی ہے

یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے سے پوری طرح نظام فطرت و نظام اخلاق ہم آہنگ ہیں اور قرآن حکیم کی آیات بھی بالکل ان کی ہمنوا ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایک دینِ فطرت ہے اور قرآن حکیم معنوی طور پر کتابِ فطرت جو کائنات کی کھلی کتاب (حقیقی کتابِ فطرت) کا آئینہ ہے۔*

صنعتی انقلاب کے پروردہ ماحولیاتی بحران کا تاریخی جائزہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں

آج سے چودہ سو سال قبل قرآن حکیم نے کائنات میں جس توازن و میزان کو قایم کرنے کا حکم دیا تھا اور انسان کو جس فطریت وفطرت بمقابلہ مصنوعیت وصنعت کی خاموش تبلیغ کی تھی اور جس تسخیر بمقابلہ استحصال سے روکا تھا، صنعتی انقلاب کی چار سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ نہ صرف ان قیمتی قدروں سے روگردانی کی گئی بلکہ عملاً ان کا مذاق اڑایا گیا۔ چنانچہ مادی ترقی کے اس نام نہاد سنہرے دور میں سائنس داں اور پالیسی سازوں نے کبھی جدت (Novelty) اور جدیدیت (Modernism) کو مصنوعات پسندی اور تصنع (Artificiality) سے ممیز نہیں کیا اور فطری اور غیر فطری امور ورویوں کے درمیان کوئی اخلاقی رشتہ قایم کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ان کی نازک سرحدوں کو سمجھا چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حلال وحرام کے تعلق سے جو ''حمی'' یعنی چراگاہ کی تمثیل کی تھی اس کے عین برخلاف جدت وفطرت اور تصنع و غیر فطریت کی سرحدوں (Boarders & Boundaries) کو مٹا کر ناجائز و ناپسندیدہ سرحدوں میں داخل ہوگئے جس کا نتیجہ ہم ماحولیاتی بحران کی شکل میں دیکھ رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جس جدت پسندی اور فطرت پسندی کے مابین توازن، انسان کا طرۂ امتیاز بتایا تھا وہ کہیں قایم نہ رہ سکا۔ یہاں یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے

---

* یہاں کیفیاتی سطح پر ہی دونوں کتابوں کا یعنی قرآن بحیثیت کلام الٰہی (Word of God) اور کائنات بحیثیت تخلیق الٰہی (Work of God) کا ایک تقابلی جائزہ لیا گیا ہے، کمیاتی (Quantitative level) سطح پر ظاہر ہے کہ دونوں میں کوئی مقابلہ ہی نہیں کیونکہ لامحدود (قرآن) کو محدود (کائنات) سے کیا نسبت۔

لیے بحیثیت خلیفۂ ارضی جدت پسندی اسی لیے مطلوب تھی کہ وحی الٰہی کی خراد پر اپنی عقل و ذہانت کو صیقل لگا کر ہی علمی قوت (Intellectuel faculty) کو پروان چڑھائے اور فطرت و کائنات کے راز ہائے سربستہ کی نقاب کشائی کر کے خلافت کی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر بروئے کار لائے۔ اس کے برخلاف انسان نے اس خداداد نعمت کو خدا کے انکار اور نظام فطرت کو بگاڑنے میں استعمال کیا اور جس تصنع اور مصنوعیات پسندی سے اس لیے روکا گیا تھا کہ یہ منفی رویے انسان اور کائنات کی فطرت وطبیعت سے ہم آہنگ نہیں ہیں بلکہ یہ انسان کو رفتہ رفتہ مخلوق کے مقام سے خالق کے مقام پر بٹھانے کی تحریک فراہم کرتے ہیں، بدقسمتی سے شیطان کی جھوٹی خیر خواہی (اعراف-۲۱) اور لازوال سلطنت (طٰہٰ-۱۲۰) کے جھانسہ میں آ کر یہ انسان انھیں چیزوں میں اپنی فلاح وترقی کا منتظر ہے۔

انسان اور اس کے ماحول کے مابین اخلاقی رویوں سے متعلق قرآن مجید کی جامع تعلیمات

انسان کے ماحول میں انسان کے علاوہ حیوانات، نباتات، جمادات اور جملہ موجودات یعنی بحیثیت مجموعی پوری کائنات آتی ہے اور انسان چونکہ عقل وشعور اور ارادہ واختیار رکھتا ہے اس لیے مکلف مخلوق کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہے اور قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں جن کو جستہ جستہ آگے پیش کیا جائے گا ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو **طغیان، بغی، تَبْذِیر، اِسْرَاف، تَرَف، اِسْتِکْبَار، تکَاثُر** اور **فَسَاد** وغیرہ بالکل پسند نہیں ہیں۔ اس کے برخلاف ایثار، احسان، عدل، طہارت، تواضع، نصح وخیر خواہی، تقویٰ، تشکر، امانت وغیرہ پسندیدہ رویے ہیں۔

مندرجہ بالا امور کو اگر علمی سطح (Epistemological plane) پر اور جامع اصطلاحات کی شکل میں ادا کیا جائے تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اسلام، **توحید فی الالوھیة، توحید فی الخلقة، توحید فی العبادة، توحید فی العلم، توازن فی الحقوق، توافق فی الفطرہ، احسان فی العمل، امانت فی الخلافة، عداوۃ من الشیطٰن** اور **کرامة**

للانسان کا داعی و علم بردار ہے، لہٰذا ماحولیاتی بحران کے اسلامی حل کے سلسلہ میں توحیدی تصور کائنات (Tawhidic World View) اور کلی طریقۂ تحقیق (Holistic methodology) کو ملحوظ رکھتے اور شامل کرتے ہوئے مختلف فلسفیانہ گردان (Philosophical paradigms) کچھ اس طرح ہونگے مثلاً توحید، تقویٰ، احسان، امانہ، خلافہ، فطرہ، عبادہ، میزان، علم، معاد، طہارہ وغیرہ۔

ماحولیاتی بحران، اسباب اور حل کے تعلق سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جامع گفتگو کے بعد اب ہم کچھ قرآنی آیات کو پیش کر رہے ہیں تاکہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کا براہ راست ثبوت فراہم ہو جائے۔ البتہ بے جا طوالت کے خوف سے اسباب و حل کے دو الگ عناوین (Titles) دینے کے بجائے یکجا طور پر تیرہ نکاتی منشور کی شکل میں ان آیات کو پیش کیا جارہا ہے۔

ا- کائنات میں توازن (balance & equilibrium) کا وجود اور اس کو قائم رکھنے کا حکم

(الف) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى. الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوَّى. وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدَى (الاعلیٰ/۱-۳)

تسبیح بیان کر واپنے برتر رب کی جس نے تخلیق کی اور تناسب قایم کیا اور جس نے اندازہ مقرر کیا اور ہدایت بخشی۔

(ب) وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ. أَلَّا تَطْغَوْا فِيْ الْمِيْزَانِ (الرحمٰن/۷-۸)

اور آسمان بلند کیا اور میزان قایم کی اور حکم دیا کہ اس میزان میں کسی قسم کی سرکشی نہ ہو۔

(ج) إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (القمر/۴۹)

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازہ) کے ساتھ پیدا کی ہے۔ (مزید دیکھیے الرعد/۱۳)

(د) وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ. وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا

اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ جمادیے اور ہر چیز موزون و متناسب انداز میں اگائیں اور ہم نے اس میں تمہارے لیے

مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ. وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ (الحجر/۱۹-۲۰)

معیشت کے سامان مہیا کیے اور ان کے لیے جن کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔...... جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

(ھ) إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (البقرہ/۱۶۴)

یقیناً زمین اور آسمان کی خلقت میں اور گردش لیل و نہار میں ان کشتیوں میں جو انسان کی نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی رہتی ہیں، بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور زمین پر ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے ہواؤں کی گردش میں، اور اُن بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں بے شمار نشانیاں ہیں۔

۲-بغی و فساد کی ممانعت اور احسان کا مطالبہ اور خوشحالی میں استحصالی رویہ (ترف) کی مذمت

(الف) إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ. وَابْتَغِ

قارون موسیٰ کی قوم کا ایک شخص تھا وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہوگیا...... جو مال اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔ احسان کر جس طرح

فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (القصص/۷۶-۷۷)

اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر کہ اللہ تعالیٰ مفسدین کو پسند نہیں کرتا۔

(ب) مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً (المائدہ/۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اس آیت کی رو سے جہاں ایک انسان کا قتل دنیائے انسانیت کے قتل کے مترادف ہے وہیں ''فساد فی الارض'' کا مرتکب بھی گویا قتل انسانیت کا مرتکب ہے اور ماحولیاتی جہت میں یہ بات اب محتاجِ ثبوت نہیں۔ دوسرے یہ کہ فساد فی الارض کا مرتکب بدترین سزا کا مستحق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کم وبیش پچاس مقامات پر فساد کی قباحت و شناعت کا واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے اور یہ بات بار بار کہی گئی کہ "ان اللہ لایحب الفساد" (البقرہ/۲۰۵) ''در حقیقت اللہ تعالیٰ فساد کو بالکل پسند نہیں کرتا'' اور ''واللہ لایحب المفسدین'' (المائدہ/۶۴) ''اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا''۔

(ج) فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (ھود/۱۱۶)

پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں ایسے اہل خیر موجود رہے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو کم، جن کو ہم نے ان قوموں سے بچالیا، ورنہ ظالم لوگ تو انھیں مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انھیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔

۳- موجودہ ماحولیاتی بحران کی بہترین تصویر کشی قرآنی آیات کے آئینہ میں بجز اس فرق کے کہ یہ سب کچھ طبعیاتی میدان میں ہے اور وہ اخلاقی تناظر میں۔

(الف) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِیْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ أَيْدِیْ النَّاسِ لِيُذِيْقَهُم بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم/۴۱)

خشکی اور تری میں فساد رونما ہوگیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ (اللہ تعالیٰ) مزہ چکھائے ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ باز آجائیں۔

(ب) الَّذِيْنَ طَغَوْا فِیْ الْبِلَادِ. فَأَكْثَرُوا فِيْهَا الْفَسَادَ. فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ (والفجر/۱۲-۱۳)

اور اُن لوگوں نے بستیوں میں سرکشی کی تھی اور اُن میں بہت فساد پھیلایا تھا۔ آخرکار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسادیا۔

ان آیات میں بلاشبہ سماجی فساد کے حوالہ سے بات ہورہی ہے اور فساد کے اخلاقی نتائج کے لیے قرآنی ثبوت فراہم کیا گیا ہے، مگر قرآن حکیم کی روشنی میں اس کائنات کی اشیاء اور اس کے مظاہر (Manifestations) نیز تاریخی واقعات ''آیات اللہ'' ہیں اور اُن غیبی حقائق اور آفاقی صداقتوں (Ultimate Truths) کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو قرآن کریم کی اساسی بنیادیں ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم جب اخلاقی سطح پر ظہور پذیر ''سنت اللہ'' کا تذکرہ کرتا ہے تو طبیعاتی سطح پر ہونے والے واقعات بھی اس کے ہمنوا ہو جاتے ہیں اور انھیں حقائق کو تائید فراہم کرتے ہیں۔ کیونکہ ساری کائنات ''جامع توحیدیت'' کا مظہر ہے اور ہر سطح پر اللہ تعالیٰ کے اُس پلان اور مقصد (Purpose) کو پورا کرتی ہے جس کے تحت یہ پورا کارخانہ وجود قایم کیا گیا ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ اسراف وتبذیر کو پسند نہیں کرتا جب کہ یہ فی زمانہ صارفیت، اباحیت اور ہمہ جہت عدم توازن کے خاص طور سے ذمہ دار ہیں۔

(الف) کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْن. (اعراف/۳۱)

کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ (اللہ تعالیٰ) مسرفین کو پسند نہیں کرتا۔

(ب) وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيراً. إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً.
(بنی اسرائیل/۲۷)

فضول خرچی نہ کرو ، فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

قرآن مجید میں سَرَفَ - یُسرِفُ اور اسراف و مسرفین سے متعلق تیئس مقامات پر تذکرہ ہے اور ایک جگہ واضح طور پر فرمایا کہ "اھلکنا المسرفین" (الانبیاء-۹) "ہم نے مسرفین کو ہلاک کردیا"۔

۵- انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے اس کے زیر نگیں کردی ہے اور اس کے حسنِ عمل کا امتحان ہو رہا ہے لیکن ان تمام چیزوں کی معرفت علم ہدایت اور وحی الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

(الف) وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلاَئِفَ الأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (الانعام/۱۶۵)

وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیے، تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ناجائز استعمال پر سریع العقاب کی وعید سنائی ہے اور خلافت کا ناجائز استعمال عموماً انسان کا کائنات میں استحصالی رویہ کی شکل میں ہوتا ہے اور "سریع العقاب" میں آخرت کی پکڑ کے ساتھ دنیا کے عذاب کا اشارہ بھی ملتا ہے۔

(ب) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُواْ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاء وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي

پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں، انھوں نے عرض کیا، کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے

أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ. وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (البقرہ/۳۰-۳۱)

انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ فرمایا: میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔

اس آیت میں آدمؑ کی خلافت کے ساتھ فساد کا اندیشہ اور اس فساد سے روک ٹوک کے انتظام کا تذکرہ بالکل واضح ہے اسی رکوع کی اگلی آیت کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیوی علوم اور عقل انسانی انسان کو اغوائے شیطانی سے بچانے میں ناکافی ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے ہدایت بھیج کر انسان کو فساد اور اس کے نتائج سے آگاہ کیا، اسی علم ہدایت اور وحی الٰہی پر مبنی نظام حیات اور علوم ہی حقیقی کامیابی اور ترقی کی ضمانت دے سکتے ہیں اور پائدار حل کے لیے بنیاد بھی فراہم کر سکتے ہیں۔

(د) أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ. (لقمٰن/۲۰)

کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں؟ اس پر حال یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو، یا ہدایت، یا کوئی روشنی دکھانے والی کتاب۔

مولانا مودودیؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو مسخر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جس طرح چاہے اسے استعمال کرے، دوسری یہ کہ

اس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اس شخص کے لیے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک ہی معنٰی میں مسخر نہیں کر دیا ہے بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مسخر کی ہیں اور بعض دوسرے معنٰی میں۔ مثلاً ہوا، پانی، مٹی، آگ، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لیے مسخر ہیں اور چاند، سورج وغیرہ دوسرے معنی میں۔ ۶

قرآن حکیم میں سَخَّرَ یُسَخِّرُ وغیرہ۔ کے مشتقات چوبیس آیات میں ملتے ہیں۔ یہاں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اسلام تعمیری تسخیر کا علم بردار ہے * جب کہ تخریبی اور استحصالی تسخیر (Destructive & exploitative subjugation) اس کے مزاج سے کسی طرح میل نہیں کھاتیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کائنات کی تمام چیزیں جن پر انسان کو تصرف حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور انسان ان کا مالک نہیں بلکہ امین (Trustee) ہے اور ان کے بارے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کرنا ہے۔ یہاں اس تفصیل کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوئی کیونکہ راشیل کارسن کی دھماکہ خیز کتاب خاموش موسم بہار (Silent Spring) کی اشاعت پر جو پہلا ردعمل آیا وہ ملحد و مذہب بیزار گروہ کی طرف سے ہی آیا۔ جس کے سرخیل پروفیسر لن وہائٹ جونیر (Lynn White Jr.) ٹیلرس (A.M.Taylor & D.M.Taylor)، مک ہارگ (Mc Harg) اور آرنالڈ ٹائین بی (Arnold Toynbee) تھے ۷ جنھوں نے مذہب کو عموماً اور جوڈیو۔ کرسچینٹی کو خصوصاً نشانہ بنایا۔ پروفیسر لن وہائٹ جونیر نے اپنے مقالہ بعنوان ''ماحولیاتی بحران کی تاریخی بنیادیں'' مطبوعہ ۱۹۶۷ء (The Historical Roots of Ecological Crisis, 1967) میں عیسائیت کا استحصالِ فطرت کے جواز کو مورد الزام ٹھہرایا ہے اور اس گروہ کے دوسرے افراد ابراہیمی مذاہب میں اسلام کو بھی شامل کرتے ہوئے تسخیر اور خلافت کی اصطلاحوں کو غلط معنٰی پہنا کر عوام کو اسلام سے برگشتہ کرتے رہے ہیں۔

۶۔ فطرت سے ہم آہنگی مطلوب ہے نہ کہ جنگ، اور اسلام دین فطرت ہے جس کو کلی طور پر اختیار کر کے ہی حقیقی فلاح و نجات ممکن ہے۔

(الف) فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (الروم/۳۰)

پس یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جمادو، قایم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔

قران مجید میں بے شمار مقامات پر عبادت، تسبیح، تحمید اور سجدہ کو کائنات کی ہر شئی کی فطرت قرار دیا گیا اور انسان سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ فطرت کائنات سے ہم آہنگی اختیار کرتے ہوئے رب العالمین ہی کی عبادت، تسبیح، تحمید اور سجدہ کرے (مثال کے طور پر بنی اسرائیل ۴۴؛ الرعد ۱۳ وغیرہ دیکھیے) زیر غور مسئلہ کے تناظر میں اِن آیات میں اشارہ ہے کہ ماحول سے ہم آہنگی انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔

۷- انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں اپنی امانت کا امین بنایا ہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ امانت میں خیانت کا ارتکاب نہ ہو۔

(الف) إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً (الاحزاب/۷۲)

ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

اس آیت کے تعلق سے مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں کہ ''امانت سے مراد ہے ان ذمہ داریوں کا بار جو اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں اختیارات اور عقل دے کر انسان پر ڈالی ہیں۔

(ب) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ (المومنون/۸)

اور جو اپنی امانتوں اور عہد و پیان کا پاس رکھتے ہیں، یعنی وہی مومن ہیں اور یقیناً کامیاب ہیں۔

(ج) إِنَّ اللّٰـهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا (النساء/۵۸)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں (اے مسلمانو) حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔

۸- تکریم بنی آدم ایک ایسا اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لیے عطا کیا ہے کہ وہ اپنے سامان زیست اور مسائلِ حیات بہترین طریقہ سے پر پایۂ تکمیل کو پہنچا سکے اور تسخیر کائنات کا مقصد بھی خلافت ارضی کی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرنے کی صلاحیت دینا اور ان دونوں امتیازی مناصب کے ذریعہ انسان کے حسنِ عمل اور شکر گزاری کا امتحان لینا ہے۔

(الف) وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِىْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً.

(بنی اسرائیل/۷۰)

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

(ب) وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِىْ الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ. وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ.

(ابراہیم/۳۲-۳۴)

(اللہ وہی تو ہے جس نے) کشتی کوتمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا، جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمھیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے"

(مزید دیکھیے النحل-۱۴، اور الجاثیہ ۱۲، جن میں "لعکم تشکرون" آیا ہے) تسخیر کی آیات میں "لام" کا صلہ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کرم کی نشاندہی کرتا ہے اور "ظلوم" کفار اور "لعلکم

تشکرون" جیسے آخری ٹکڑے یہ یاد دہانی کراتے ہیں کہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال اور تشکرانہ رویہ یہ ہے کہ ان کا غیر فطری استحصال نہ ہو۔

۹- تخلیق میں تنوع اور رنگارنگی (Unity in diversity) کا ثبوت اور اصول زوجیت (Principle of pairing & complementarity) کمالِ خداوندی (Divine Perfection) کا ثبوت ہے۔ ان ثبوتوں کو مٹانا گویا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ہے۔ بایوڈیورسٹی (Biodiversity) کی حفاظت "آیات اللہ" کی حفاظت ہے اور اس سے پہلو تہی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے کر اپنی ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔

(الف) وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (الرعد/۴)

زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے، مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

(ب) وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفاً أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ (النحل/۱۳)

اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں، ان میں بھی ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں۔ (مزید دیکھیے سورہ الانعام-۹۹، اور النحل-۸ وغیرہ)

۱۰- پائدار ترقی (Sustainable Development) کتابِ فطرت اور کتاب الٰہی کو پڑھ کر ان کے مطابق عمل کرنے میں مضمر ہے۔ اگر انسان کائنات کا فطری توازن قایم رکھے تو اللہ تعالیٰ (الرحمٰن) اپنی رحمت کا سایہ قایم رکھے گا اور نئی نئی راہیں سمجھائے گا مگر یہ رحمت ایمان

باللہ اور تقویٰ سے مشروط ہے۔

(الف) ولوا ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السمآء والارض ولٰکن کذبوا فاخذنٰھم بما کانوا یکسبون (الاعراف/۹۶)

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر انھوں نے تو جھٹلایا، لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انھیں پکڑلیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

(ب) الرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْآنَ. خَلَقَ الْإِنسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ. الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ. وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ. وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ. أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ (الرحمٰن/۱ تا ۸ آیات)

وہ نہایت مہربان خدا ہے جس نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں اور تارے (یا نباتات) اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔ آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان قایم کردی۔ اس کا تقاضہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔

ہماری ناقص رائے میں اس مجموعہ آیات میں ماحولیاتی بحران کا بنیادی سبب اور اس کا بہترین حل مضمر ہے۔ جہاں تک ماحولیاتی بحران کا تعلق اور توازن قایم رکھنے کا معاملہ ہے وہ تو ہم نے اس مضمون میں کئی جگہ "ووضع المیزان . الا تطغوا فی المیزان" کے ذیل میں پیش کیا ہے مگر ہمارے نزدیک یہ قرآن حکیم کا اعجاز ہے کہ انھیں آیات میں اس بحران سے نپٹنے کے کچھ اشارے بھی موجود ہیں جنھیں ہم ٹی-ایس کُہن اور ڈاکٹر ریاض کرمانی کی اصطلاح میں اشاراتی گردان ۹ (Hint paradigm) سے منسوب وموسوم کرسکتے ہیں۔ حالانکہ یہ بحث الگ سے ایک مضمون کا مطالبہ کرتی ہے البتہ ہمارا خیال ہے کہ سورج اور چاند کی امتیازی خصوصیات کو استعمال کرتے ہوئے اور نباتات اور درختوں کے زہریلی گیسوں کے انجذاب اور

فرحت بخش آکسیجن کو بنانے کا نظام بروئے کار لاتے ہوئے اور بایوڈائیورسٹی کو قایم رکھتے ہوئے نیز قدرتی فضائی سائکل کو قایم رکھتے ہوئے کوششیں کی جائیں اور اس یقین کے ساتھ قرآن کریم سے رجوع کیا جائے کہ اس میں قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے، نیز اپنی کم مائیگی کا اعتراف اور علم میں اضافہ کی سچی طلب اس رب کریم کے حضور کی جائے تو اس تبدیلیِ گردان (Paradigm shift) سے کن آیات سے کیا کیا مسائل حل ہونگے یہ تو وقت کے پردوں ہی میں مستور ہیں البتہ ہمارا یقین ہے کہ ہر آیت ہر بار ایک نئے انداز سے قلب وذہن کے دریچے کھولے گی۔

۱۱- اسلام کی تعلیمات نفس انسانی اور اس کے ماحول میں وہ طہارت ونظافت قایم کرنا چاہتی ہیں جو ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہیں اور طہارت جیسی جامع اصطلاح کسی مذہب، نظریہ ونظام زندگی میں نہیں ملتی اور اس کے مترادفات مثلاً تزکیہ، زکوٰۃ، طیبات وغیرہ کی اہمیت بھی ناقابل انکار ہے۔ طہارت کی اہمیت اس حقیقت سے مزید واضح ہوتی ہے ہے کہ نبی اکرم محمد ﷺ کی احادیث مطہرہ پر مدون کتابوں میں عام طور سے کتاب الطہارۃ سب سے پہلا باب ہوتا ہے۔ اسلام ہر قسم کی آلودگیوں بشمول مادی آلودگی کے انسانی زندگی اور اس کے ماحول سے سخت متنفر ہے اور ان سے انسانوں کو بچنے اور دور کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور صاف ستھرے اور فطری ماحول کی پرزور وکالت کرتا ہے اور جنت بھی انھیں میں سے ہے۔

(الف)-وَهُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْراً بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهِ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوراً. لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَّيْتاً وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَاماً وَأَنَاسِيَّ كَثِيراً (الفرقان/۴۸-۴۹)

اور وہی ہے جو اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بشارت بنا کر بھیجتا ہے ۔ پھر آسمان سے پاک پانی (ماء طھورا) نازل کرتا ہے تا کہ ایک مردہ علاقہ کو اس کے ذریعہ زندگی بخشے اور اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو سیراب کرے۔

(ب)- فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ وَاللّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (التوبہ/۱۰۸)

اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔

(ج)- لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (واقعہ/۷۹)

اس (قرآن) کو پاکیزہ ہی لوگ چھوتے ہیں۔

(د)- يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَأَنذِرْ. وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ. وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدثر/۱-۵)

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھ اور تکبیر بیان کر اپنے رب کی اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ۔

(ہ)- مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاء غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (محمد/۱۵)

پرہیزگاروں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہ رہی ہونگی نتھرے ہوے (صاف) پانی کی، نہریں بہ رہی ہونگی ایسے دودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا۔

(و)- لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ (سبا/۱۵)

کھاؤ اپنے رب کا رزق اور شکر بجالاؤ اس کا، ملک ہے عمدہ و پاکیزہ، اور پر مددگار ہے بخشش فرمانے والا۔

ہم نے طہر، یطہر پر مشتمل چند آیات بطور مثال پیش کی ہیں، قرآن مجید میں ان کے مشتقات تیس مقامات پر طیبات وطیب کے مشتقات چالیس مقامات پر اور زکی، تزکیہ زکوۃ وغیرہ کے مشتقات چھپن مقامات پر ملتے ہیں۔

۱۲- اسلام سبقت فی الخیرات، اجتناب من الضرر اور اقرب من النفع کا حامی ہے۔

ماحولیات کے تعلق سے ان تمام اعمال اور ٹکنالوجی کو ان تین پیمانوں پر آنکنے سے اکثر و بیشتر مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ اچھی چیزوں کو نہ صرف اختیار کرنا بلکہ ان کے لیے سبقت کا رویہ، جہاں کسی ضرر کا اندیشہ ہو اس سے اجتناب اور جہاں کہیں معاملہ تقابل (Comparison) کا ہو وہاں نفع ونقصان کو ضرورت سے جوڑتے ہوئے بہتر فیصلہ کا حکم قرآن مجید دیتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

(الف)- يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (البقرہ/۲۱۹)	پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے، کہو ! ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بہت زیادہ ہے۔
(ب)- يَدْعُو لَمَن ضَرُّهُ أَقْرَبُ مِن نَّفْعِهِ لَبِئْسَ الْمَوْلَى وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ (الحج/۱۳)	وہ ان کو پکارتا ہے جن کا نقصان ان کے نفع سے قریب تر ہے۔ بدترین ہے اس کا مولیٰ اور بدترین ہے اس کا رفیق۔
(ج)- وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً (المزمل/۲۰)	جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے، وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے۔
(د)- وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرہ/۱۴۸)	ہر ایک کے لیے ایک رخ ہے جس کی طرف وہ مُڑتا ہے۔ پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔
(ھ)- وَلاَ يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلاَ شَهِيدٌ (البقرہ/۲۸۲)	......کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے۔

(و)- وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ (البقرہ/۲۰۵)

(اس دشمن حق) کو جب اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔

(ز)- فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ. وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُ (الزلزال/۷-۸)

تو جس نے ذرّہ برابر نیکی (خیر) کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بدی (شر) کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

قرآن کریم میں خیر اور خیرات کے مشتقات ایک سو اسی جگہ وارد ہوئے ہیں۔ اور نفع ینفع اور منافع کے مشتقات پچاس جگہ ملتے ہیں۔

۱۳- قرآن کریم جملہ بحرانوں اور مسائل و مصائب سے نکلنے کے لیے توبہ اور دعا کے ساتھ ساتھ انسانوں کو اس طرف بھی متوجہ کرتا ہے کہ اپنے علم و عمل میں غلطی کے امکانات کو حقیقت سمجھ کر اپنا احتساب کریں اور اپنی اصلاح کی فکر کریں نیز جملہ نسلِ انسانی کی اصلاح و فلاح اور خیر خواہی کو ہدف بنا کر خاطر خواہ کوشش بھی کریں۔

(الف)- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر/۱۸)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ غور کرے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے۔

(ب) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا (آل عمران/۱۴۷)

اے ہمارے رب ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما اور ہمارے کام میں تیرے حدود سے جو تجاوز ہوگیا اسے معارف کردے۔

(ج)- انا لا نضيع اجر المصلحين (القصص/۱۹)

(ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے)

(د) إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران/۸۹)

(وہ عذاب سے بچ جائیں گے) جو اس کے بعد توبہ کرکے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کرلیں، اللہ غفور رحیم ہے۔

گزشتہ صفحات میں ماحولیاتی بحران، اس کے اسباب اور اس کی روک تھام (Preventive Measures) کے تعلق سے معروضات اور قرآنی آیات کی کافی تفصیل پیش کی جاچکی ہے جب کہ ماحولیاتی بحران کے پائدار اور مستقل حل کے تعلق سے اشاروں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔اولاً یہ بحران طبی اصطلاح میں ایک واحد مرض (Single disease) کے بجائے مجموعۂ امراض (Multiple disease & syndrome) کی طرح ہے جو کثیر جہتی بھی ہے اور کثیر المظاہر بھی لہذا علامت پر مبنی سب سے سطحی علامت یعنی درد کے لیے دردکش دوائیں تجویز کی جاتی ہیں۔ میں نے بھی اس مرض کا درد محسوس کیا اور آپ کے سامنے کچھ گزارشات رکھ دیں۔دوسری سطح مرض کے علاج کی یہ تھی کہ جسم کے جو اعضاء متاثر ہوئے ہوں ان کی اصلاح (Healing) کی طرف توجہ دی جاتی اس لحاظ سے تخصص (Specialization) کے اس زمانہ میں ماہرین فن کے علاوہ کسی عامی کو دوا لکھنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ماہرین امراض اعضاء بھی اس مرض مشابہ کینسر (Cancer) کا علاج شافی کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ یہ سائنس جدید کی تخفیف و تقلیل پرستی ۱۰؎ (Reductionism) بنام تخصص ہی کا ایک لازمہ ہے جس سے راقم کو اتفاق نہیں۔اصل بیماری جس کے لیے کُلّی طریقۂ علاج (Holistic system of treatment) کی ضرورت ہے اس کو اس چھوٹے سے مقالہ میں اشاروں ہی میں سمجھایا جاسکتا تھا۔ثانیاً کینسر جیسے موذی امراض کے لیے انگریزی کہاوت "Prevention is better than cure" یعنی ''بچاؤ علاج سے بہتر ہے'' پر عمل کرتے ہوئے مجھے ''سد باب سے زیادہ اسباب'' اور مرض کی روک تھام پر توجہ دینا تھی۔ ثالثاً: ماحولیاتی بحران خاصا پیچیدہ علمی مسئلہ ہے اور اس کا حل خاصی دقیق علمی بحثوں کا محتاج ہے۔ایسے مواقع پر کوئی اور چارۂ کار اس کے سوا نہیں رہ جاتا کہ مکمل جواب کے بجائے اشاروں پر اکتفا کیا جائے تاکہ ''العلم'' کی فطری طور پر نشو ونما ہوسکے اور اس

کے لیے میری ذمہ داری صرف اتنی تھی کہ نفس مسئلہ کا جامع تعارف اس طرح کرادوں تا کہ اس علمی مباحثہ کوایک سمت فراہم ہوجائے اور غور وفکر کا ایک منہج متعین ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ اب متعدد آرا سامنے آئیں گی اور اہل دانش ہر رائے کو مناسب وزن دے کر مستقبل کا لائحہ عمل مرتب کریں گے۔

خلاصۂ کلام

ماحولیاتی بحران پر اس مختصر مگر جامع تجزیہ کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ گزشتہ چار سو سالوں میں مغربی فلسفہ ہائے حیات اور سائنس پر مبنی جو ٹکنالوجی وجود میں آئی وہ انسانی ترقی کے بجائے ہلاکت خیز ثابت ہوئی جس کے پُرفریب ملمع کی قلعی آج خود مغربی سائنس داں کھول رہے ہیں لہذا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے ایسی ہمہ گیر کوششوں کی اور رہمہ گیر انقلاب کی کہ جس سے اس کرۂ ارضی پر منڈلاتے جان لیوا اندیشوں کے مہیب بادل چھٹ جائیں۔ ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں قرآن حکیم کے علم برداروں کا رول عموماً اور ٹکنالوجی سے منسلک تمام ہی لوگ بشمول پالیسی ساز، سائنس داں، حکومت اور معیشت وثقافت کے اربابِ حل وعقد وغیرہ کا رول خصوصاً کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسی عظیم دانش گاہ میں جہاں مسلم دانشور اور علماء کرام کا قرآن کریم کے نام پر یہ اجتماع بذات خود ایک نیک فال ہے، احقر کو اس موقع پر مؤدبانہ اپیل کی مزید تحریک فراہم کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس امت کے علماء اور سائنس داں اٹھیں اور اپنے فرض منصبی کو سمجھیں کہ دنیائے انسانیت کے دکھ درد کا مداوہ دینِ اسلام اور آخری کتاب الٰہی کی شکل میں انھیں کے پاس ہے اور انھیں خیر امت اور امتِ وسط کی حیثیت سے دنیا کے سامنے حق کی گواہی دینی ہے۔ ہمیں یہ بھی یقین کامل ہے کہ جب تک ہم قرآن وسنت کے صحیح مزاج شناس نہ ہوں گے تب تک یا تو مغربی ٹکنالوجی کی جھوٹی آب وتاب سے ہماری آنکھیں خیرہ رہیں گی اور ان کی متبادل ٹکنالوجی کے بارے میں ہم سنجیدہ نہ ہوسکیں گے اور یا جھوٹی روحانیت واسلامیت ہی میں اپنی فلاح وترقی کے خواب دیکھتے رہیں گے اور دنیائے انسانیت کی گاڑی شیطان سے چلواتے رہیں گے کہ وہ ہلاکت کے مزید

گڑھوں میں گراتا رہے۔ دونوں ہی حالتوں میں اس کرۂ ارضی کو بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ مسئلہ نہایت سنگین ہے، ہمہ گیر ہے اور ہمہ جہتی ہے لہذا ساری امت کو اٹھنا ہے اور یہ دلسوزی و حکمت سے مجادلہ احسن (النحل/۱۲۵) کا بھی طالب ہے، نیز اس وقت نہ صرف سائنس وٹکنالوجی کو اسلامی نہج پر استوار کرنا ضروری ہے بلکہ جملہ شعبہائے حیات کو اسلام کی آغوشِ رحمت میں دینا ہے، تاکہ اس دنیا کی ساری رونقیں تادیر قایم رہیں اور ہم بروز حساب اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوسکیں۔

حواشی ومراجع

۱- فرڈ جاف کیپرا(Frid Jot Capra)"The Turning Point" نیز "Tao of Physics" اور وندنا شیوا کے مضامین مثلاً ''جدید سائنس اور ماحولیاتی بحران'' مجلّہ آیات ۱۹۹۳ء، مطبوعہ csos علی گڑھ، شمارہ جنوری-اپریل، صفحات ۱۳۷-۱۵۲

۲- ٹیری لاؤسن ڈن (T.Lawson Dunn) "Guide to Global Environmental Issues" مطبوعہ فلکرم پبلشنگ کمپنی، کولا ریڈو، امریکہ۔ مزید ملاحظہ ہوں بی-ایس-سی (حیاتیات) میں ''ماحولیات'' پر کتب نیز ''اکالوجی'' کی کتب

۳- اے- کے- ڈی (A.K.De) "Environmental Chemistry" مؤلفہ ایچ- آر- سنگھ، دیکھیے یاٹمی کٹیال اور ایم اسٹیک کی کتاب "Environmental Pollution" مطبوعہ انمول پبلیکشنز ۱۹۹۸ء ملاحظہ فرمائیں۔

۴- "Encyclopedia Americana" شائع کردہ "Glorifier Incorporation USA" ۱۹۹۱ء، نیز دیکھیے "Encyclopcdia of Environmental Pollution" مطبوعہ "Mc Graw Hill, London, 8th edition 1997"

۵- مریم جمیلہ "Islam Versus West (Eng)" مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء، نیز دیکھیں ''والٹیر کے فلسفیانہ خطوط'' اور ملاحظہ فرمائیں اسمتھ آدم

"Smith Adam" کی کتاب بعنوان "An Inquiry into the Nature and Causes of the Wealth of Nations"
یہ کتاب online بھی دستیاب ہے۔

۶۔ مولانا مودودی، ترجمہ قرآن مجید، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ص۱۰۴۳-۱۰۴۵۔

۷۔ عبدالرشید اگوان "Islam and the Environment" مطبوعہ IOS, New Delhi نیز ملاحظہ فرمائیں ٹمی کٹیال او رایم اسٹک کی کتاب "Environmental Pollution" مطبوعہ انمول پبلیکیشنز ۱۹۹۸ء۔

۸۔ نفس مصدر، حاشیہ نمبر۲۲، ص۱۰۸۱۔

۹۔ ریاض کرمانی صاحب کا مضمون بعنوان "Epistemological Foundations of Islamic Science" شائع کردہ MAAS Journal of Islamic Science, Aligarh (Hint paradigm) ۱۹۸۷ء، شمارہ ۳، نیز انھیں کا مضمون اسی میگزین میں ۱۹۸۹ء، شمارہ ۵ صفحات ۴۱ تا ۶۸ میں۔ دراصل یہ اصطلاح ٹی ایس کہن کی ہے۔

۱۰۔ نظریہ تقلیل یا تخفیف پرستی (Reductionism) کا بانی رینی ڈکارتے ہے جو اس کے ''اصول فلسفہ'' سے عیاں ہے۔ ملاحظہ ہو مندرجہ ذیل کتاب:

"Descartes Rene (1983) Principles of Philosophy. Trans. V.R.Miller and R.P.Miller. Dordrecht" D.Reidel"

☆☆☆